انسانی تحفظ میں اسلام کا کردار سیرت نبی ﷺ کی روشنی میں

The Role of Islam in human security in the light of the life of the Holy Prophet (PBUH)

Dr. Tanveer Huma Ansari
Department of Islamic Culture and studies, Sindh University of Jamshoro:
ansaritanweerhuma@gmail.com

Khurram Sheraz
Ph.D. Research Scholar, Department Islamic Studies, Abdul Wali khan University Of Mardan (AWKUM):
sherikhan26@gmail.com

Dr. Safia BiBi
Associate Lecturer, The Islamia University Bahawlpur, Rahim Yar Khan Campus:
safia.bibi@iub.edu.pk

Abstract

The revelation of the Holy Prophet (S.A.W.W) came to fruition so that they could overcome Islam through their own efforts and struggle . The Qur'anic law should be enforced on the land, the false system should be abolished and the system of truth should be established, let there be only the practice of Islamic civilization. The identity of all religions except Islam should be erased and Islamic color should prevail so that wherever on looks, the rule of Qur'an can be seen and, let it be felt that the world is now cleansed of the filth of polytheism and its effects. There is no doubt that if the just system of Islam is established in this world, then the world will be free from Alcohol, gambling, bribery, adultery, theft, robbery, oppression and all other denials. Women's 'dignity will be protected; people's lives and property will be protected and clean environment will be created which will result in better society and every human being can live a free and peaceful life the main goal of the advent and mission of Islam and obviously Islamic power is needed for the implementation of the system of truth through which the limits and expiations will be enforced. the economy, politics, judiciary and sphere of life be implemented according to the Quran.

Keywords: Unity of Islam, peaceful Society, Politics System, establishment of the world, Human rights.

تعارف

آپ ﷺ نے انسانوں کو ہر رشتے ہر تعلق میں ایک دوسرے سے عدل و انصاف سے کام لینے کا حکم دیا ہے لیکن ترغیب اس سے بھی آگے بڑھ کر ایثار و قربانی کی دی ہے- گویا ہر انسان کو تمام انسانی رشتوں میں یہ اجازت ہے کہ وہ اپنے حقوق کے حصول کے لیے تگ و دو کرے لیکن افضل تر یہ ہے کہ اپنی بجائے دوسروں کے حقوق ادا کرنے کو ترجیح دے۔ یہ ایک ایسا زندہ بار آور اور نتیجہ خیز اصول ہے جس کے تحت فرد خود اپنی منشا اور مرضی سے دوسروں کی ذات کے لیے سرچشمہ فیض بنتا ہے اور یوں خود اپنی ذات کی تکمیل و تحلیل کرتا ہے۔ خود آپ ﷺ نے بھی اپنے لیے رحمتہ للعالمین کا لقب پسند فرمایا اور قرآن نے اس رحمت کی شہادت دی۔

اہمیت

بقاے باہمی کی پہلی جہت یعنی انسان اور انسان کے رشتے کے حوالے سے تو حضرت محمد ﷺ کی زندگی، ان کے قول و فعل، ان کی نشست و برخاست، ان کی گفتگو اور ان کی خاموشی میں اتنے واضح اور بین اشارے موجود ہیں کہ ان سب کے یہاں تذکرہ کرنا ممکن نہیں- اسلامی روایات کا معمولی سا علم رکھنے والا شخص بھی اس حقیقت سے واقف ہو گا کہ حضرت محمد ﷺ نے حقوق العباد کی اہمیت کیسے اور کس کس قرینے سے اجاگر فرمائی۔

بیشتر مقالہ نگار حضرات کے نزدیک دہشت گردی سے مراد فتنہ وفساد کی وہ تمام شکلیں ہیں جن کے ذریعہ کسی ایک فرد ایک طبقہ میں خوف وہراس پیدا کر کے اس کی جان ومال، عزت و آبرو، وطن، دین اور عقیدہ کو خطرہ سے دوچار کیا جائے، خواہ یہ عمل کوئی ایک شخص کرے یا ایک جماعت یا ایک حکومت کرے۔

نبی کریم ﷺ نے اس تمام صورت حال سے بچنے کے لیے ایک قابل علم لائحہ عمل دیا ہے۔ آپؐ کے سیاسی فلسفہ میں عوام کی خدمت وہ بنیادی اصول ہے جو عوام اور حکمرانوں کے درمیان محبت اور خیر خواہی کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ یہاں حکمران عوام کا آقا نہیں بلکہ خادم ہوتا ہے۔ آپؐ نے حکمران کو عوام کی طرف سے تفویض شدہ امانت کا امین قرار دیا ہے۔ گویا وہ مختار کل نہیں بلکہ امانت کا امین ہے۔ اس امانت کی ادائیگی کے بارے میں اس سے عوام بھی استفسار کریں گے اور اللہ تعالیٰ بھی مواخذہ فرمائیں گے کہ اس نے امانت کا حق ادا کیا یا نہیں؟

کوئی ایسا شخص جسے مسلمانوں کے امور کا امیر بنایا گیا پھر اس نے ان امور کو صحیح طور پر چلانے کے لئے پوری جدوجہد نہیں کی تو ایسا امیر کبھی ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

"مامن وال بلیٰ رعیة من المسلمین فیموت وھو غاش لھم الا حرم اللہ علیہ الجنة"[1]
مسلمانوں کا کوئی والی ایسا نہیں کہ اللہ نے ایسے مسلمان رعیت دی ہو اور وہ مرے اس حال میں وہ لوگوں کے ساتھ دھوکہ کرتا ہو تو اللہ نے اس پر جنت کو حرام کردے گا۔

امن وامان قائم رکھنے کے لئے اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی بنیادی ضروریات کی مبہم رسانی کی ذمہ داری پوری کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اناولی من ولی لہٗ۔[2] (میں اس کا سرپرست ہوں جس کا کوئی سرپرست نہ ہو)۔

ایک اور موقع پر فرمایا: السلطان ولی من لا ولی لہٗ۔[3] (حکمران اس شخص کا سرپرست ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔)

ان احادیث کی روشنی میں علماء نے وضاحت کی ہے اگر ملک سے حاصل ہونے[4] والے محاصل ملک کے غرباء اور محتاجوں کے لیے کافی نہ ہوں تو سلطان ملک کے امراء کو مجبور کرے گا کہ وہ ان محتاجوں کی ضروریات کی تکمیل کا بندوبست کریں۔ حاجت مندوں کے لیے اس قدر مال کا بندوبست کیا جائے گا جس سے وہ بقدر ضرورت غذا حاصل کر سکیں۔ اسی طرح ہر موسم کے مطابق لباس اور محفوظ مکان بھی مہیا کرنا لازم ہو گا۔ اس سلسلے میں امام غزالی لکھتے ہیں'' سلطان پر لازم ہے کہ جب اس کی رعایا تنگی میں مبتلا ہو اور فاقہ اور مصیبت میں مبتلا ہو تو ان کی مدد کرے۔ اس

1۔ صحیح بخاری ، کتاب الاحکام ' باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح ،حدیث نمبر 1751، ص 596

1-Sahih Al-Bukhari,Kitab Al-Ahkam, Bab man istrai Ra'iyyah film Yanesha, Hadith no.1751, p.596

2جامع ترمذی ' ابواب الفرائض باب ماجاء فی میراث المال

Jami Tirmidhi, Abwab al-fraedah, Bab Maja' fee meeras ul mal.

3' ابواب النکاح باب ما جامع لا نکاح الا بولی ابو دائود 'کتاب النکاح باب الولی ۔ جامع ترمذی

Jame Tirmidh Abwan Nikah Ma Jamie Nikkah AIla Boli Abu Dawood .

محمود اختر، استحکام مملکت اور بدامنی کا انسداد (تعلیمات نبوی کی روشنی میں) مطبع: معراج دین پرنٹرز لاہور، ناشر الائیڈ بک سینٹر لاہور ،2001 صفحہ 78

Mehmood Akhtar, Istehkam mumlkat aur bad amni ka insidaad (taleemat Nabvi ki roshni me) Publisher Allied Book Center Lahore, 2001 ,p no.78

مقصد کے لئے ایک مؤثر پالیسی نافذ کرنا اس کے فرائض میں داخل ہے اور اگر صرف زکوٰۃ ہے یہ مقصد پورا نہ ہو رہا ہو تو وہ مزید ٹیکس عائد کر سکتا ہے۔ خصوصاً قحط اور گرانی کے موقع پر۔۔۔ سلطان کا فرض ہے کہ عوام کو کھانا فراہم کرے۔ انہیں خزانے سے مال دے اور ان کی حالت کو بہتر بنائے۔[5]

ابو بکر حصاص لکھتے ہیں کہ ہر زمانے کے حکمرانوں کا فریضہ ہے کہ جب انہیں اندیشہ ہو کہ قحط کے سبب عوام ہلاک ہو جائیں گے تو وہ اس موقع پر غذائی اشیاء کو محفوظ کر کے انسانوں میں بقدر ضرورت تقسیم کریں۔[6]

حضرت عمر نے اپنے عمال کو یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ وہ لوگوں کے کاموں میں تاخیر سے کام نہ لیں ورنہ عوام حکومت سے مایوس ہو جائیں گے۔ ایسا کرنے سے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔ تاخیری حربوں سے عوام کے مسائل حل نہیں ہوتے اور عوام کے ذہنوں میں پیدا ہونے والی مایوسی اور بد دلی سیاسی انارکی اور بے چینی پیدا کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا:

دیکھو! جب حکمران عوام کے کاموں میں توجہ نہیں دیں گے تو لوگوں کے دلوں میں حکمرانوں کے خلاف ایک نفرت پیدا ہوتی ہے۔[7]

اس سلسلے میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا ایک واقعہ اسلامی سیاست کا ایک سنہرا اصول ہے کہ ایک رات آپ بہت روئے۔ اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں پھیلے ہوئے غریب الوطن 'خستہ حال بھکاری 'محتاج 'غرباء' مجبور و مظلوم قیدی اور دوسرے لوگ یاد آئے۔

---

[5] غزالی 'امام' التبرک المسبوک 'صفحہ 94

Al-Ghazali 'Imam' al-Tabarak al-Masbuq, page 94

[6] محمود اختر، استحکام مملکت اور بد امنی کا انسداد (تعلیمات نبوی کی روشنی میں)، ص79

Mahmood Akhtar, Istehkam mumlkat aur bad amni ka insidaad (taleemat Nabvi ki roshni me) , p. 79

[7] ابو عبدالقاسم بن سلام ' كتاب الاموال ' دارالفكر للطباعة والنشر ' قاهره' 1981 ' صفحه 12

Abu Abdul Qasim bin Salam, Kitab al-Amwal, Dar al-Fikr for Printing and Publishing, Cairo, 1981, page 12.

مجھے خیال ہوا کہ مجھ سے ان سب کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ ان کے بارے میں میرے خلاف مقدمہ لڑیں گے۔ میں ڈرا کہ اللہ کے سامنے میرا کوئی عذر چل نہ سکے گا میں حضور اکرم ﷺ کو کس دلیل سے کس طرح قائل کر سکوں گا؟ اس پر میری جان لرز اٹھی۔[8] حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا ہے۔

سب سے زیادہ سعادت مند نگران اللہ کے نزدیک وہ ہے جس کے ذریعے عوام کو سعادت نصیب ہو–اور اس سے بدبخت نگران وہ ہے جس کے ہاتھوں اس کی رعایا تباہ ہو جائے–[9]

اسلامی مملکت میں عوام کو کھلی اجازت ہوتی ہے کہ وہ اپنے مسائل وضروریات براہ راست حکومت تک پہنچائیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو لوگ اپنی حاجات مجھ تک پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے ان کی ضروریات و مسائل میرے سامنے پیش کیا کرو۔ ایسا کرنے والا پل صراط سے استقامت سے گزر جائے گا۔[10]

اس حکمت عملی کے عملی مظاہر عہد نبوی میں بھی دکھائی دیتے ہیں اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں جب اسلامی مملکت میں بے پناہ وسعت پیدا ہو گئی اور متعدد قومیتوں اور ذہنی و مذہبی پس منظر کے دور دراز علاقے اسلامی مملکت میں شامل ہو گئے ان سب کی ایوان حکومت تک رسائی اتنی آسان ہو گئی کہ دنیا[11] اس پر آج بھی رشک کرتی ہے۔ حضرت عمر رضہ راتوں کو بھیس بدل کر عوام کے مسائل جاننے کے لیے گلیوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ راہ گیروں کے مسائل سنتے۔

حضرت عمر رضہ کے عہد میں کسی سرکاری افسر کی تعیناتی کے وقت اسے ایک ہدایت نامہ دیا جاتا تھا جس میں اس کے حقوق و فرائض کا ذکر کیا جاتا۔ وہ جس جگہ تعینات کیا جاتا وہاں کے لوگوں کو جمع کر کے انہیں یہ خط پڑھ کر سنایا جاتا

---

8 علی المتقی، کنز العمال، جلد پنجم، حدیث، نمبر 2512

Ali al-Muttaqi 'Kanz al-Amal' Volume 5 'Hadith' No. 2512

9 كتاب الخراج ' صفحه 13

Kitab al-Kharaj, pg 13

10 ابن تيميه ' السياسة الشرعية ' دارالكتب العربية ' لبنان ' صفحه 41

Ibn Taymiyyah, "Al-Siyasat Al-Sharia", Dar al-Kitab al-Arabiyyah, "Lebanon", pg 41

11 محمود اختر، استحکام مملکت اور بدامنی کا انسداد (تعلیمات نبوی کی روشنی میں)، ص80-81

Mahmood Akhtar , pp. 80-81

تاکہ لوگوں کو اپنے حقوق کا پتہ چل سکے۔ لوگوں میں شعور بیدار کرنے 'انہیں امور حکومت میں شریک کرنے ' حکومت کو مطلق العنانی سے باز رکھنے میں یہ پالیسی بڑی مفید ثابت ہوئی۔

اس طرح کے حکم ناموں میں ایک حکم نامہ وہ ہے جو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ صوبہ دار بصرہ کو دیا تھا۔ اس خط میں یہ ہدایات درج تھیں۔

1۔ عوام اپنے حکمران سے دور رہتے ہیں۔ اس روش سے اللہ کی پناہ مانگیں۔

2۔ روزانہ عدالت لگائیں۔

3۔ دنیوی فلاح پر اخروی فلاح کو ترجیح دیں۔

4۔ بدکردار لوگوں کی مکمل نگرانی کریں۔

5۔ مسلمان مریضوں کی عیادت میں کوتاہی نہ کریں۔ ان کے جنازوں میں شرکت کریں۔

6۔ عوام کے لیے اپنے دروازے کھلے رکھیں اور ان کے معاملات میں ذاتی دلچسپی لیں۔

7۔ آپ عوام میں سے ہی ہیں (مساوات کی طرف اشارہ ہے) البتہ آپ کی ذمہ داریاں ان کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔

8۔ عوام کے مقابلے میں آپ اور آپ کے اہل خانہ کی خوش لباسی' پر تکلف کھانا کھانے اور اعلیٰ سواری استعمال کرنے سے اجتناب کریں۔

9۔ جانوروں کی مانند ہری ہری گھاس سے پیٹ بھرنا خود کو موٹا بنالیتا ہے جس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

10۔ حاکم کی کجروی سے عوام بھی اسی طرح کے ہو جاتے ہیں۔ بدبخت ہے وہ حاکم جس کی وجہ سے عوام بھی بدبخت ہو جائیں۔[12]

---

[12]. ابویوسف 'کتاب الخراج 129

Abu Yusuf ' Kitab al-Kharaj 129

Islam and Aman Alam, (Publisher, EFA Publications, 161-F, Joga Bai, Jamia Nagar, Delhi, pp. 25 to 28, Burhan

حضرت عمرؓ سرکاری عہدے داروں پر کڑی نگاہ رکھتے۔ عوام کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہ کرتے۔ خصوصاً سرکاری خزانے کے غلط استعمال کو گوارا نہ کرتے۔ آپؓ کی ان پالیسیوں کا یہ مثبت اثر ہوا کہ عوام کو یہ یقین ہو گیا کہ حکمران ہر اعتبار سے ان کے خیر و خواہ اور ان کے مفادات کے محافظ ہیں۔

دہشت گردی کے حوالے سے مختلف علماء کی رائے

شیخ محمد علی تسخیری کے نزدیک دہشت گردی ہر وہ عمل ہے جو وسیلہ اور مقصد ہر حیثیت سے دینی اور اخلاقی اقدار سے متصادم ہو۔ شیخ نے مندرجہ ذیل سات نکات پر اس تعریف کا انطباق کیا ہے:

الف۔ فضائی، بحری اور بری ڈاکہ زنی کی کاروائیاں۔

ب۔ ہر قسم کی استعماری کارروائیاں بشمول جنگ اور عسکری حملے۔

ج۔ اقوام کے خلاف اختیار کئے جانے والے عام آمرانہ طریقے اور آمریتوں کو تحفظ دینے والے تمام نظامات۔

د۔ ایسے تمام عسکری طور طریقے جو انسانی اقدار و اعراف کے خلاف ہوں جیسے کیمیاوی، نیوکلیائی اور حیاتیاتی اسلحے، آبادیوں کو نشانہ بنانا، گھروں کا بارود سے اڑادینا، شہریوں کو ترک وطن پر مجبور کرنا وغیرہ۔

ھ۔ جغرافیائی، ثقافتی اور میڈیائی ماحول کو آلودہ کرنے کی تمام کوششیں۔ بسا اوقات دہشت گردی کی تمام اقسام میں فکری دہشت گردی سب سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

و۔ ہر ایسا اقدام جو قومی یا بین الاقوامی اقتصادیات کو تباہ کرنے، محتاجوں اور وسائل سے محروم لوگوں کو ضرر پہنچانے، سماجی اور اقتصادی امتیازات کو بڑھانے اور اقوام کو بھاری قرضوں کے جال میں پھنسانے کا ذریعہ ہو۔

ز۔ ہر ایسا سازشی قدم جو اقوام کی آزادی و خود مختاری حاصل کرنے کے کی مرضی کو کچلنے اور ان پر ذلت آمیز معاہدے تھوپنے کے لئے اٹھایا جائے۔ دہشت گردی وہ حد سے بڑھا ہوا ظلم ہے جس کا ارتکاب افراد، گروہ یا حکومتی کسی انسان، اس کے دین، اس کے خون، اس کی عقل، اور اس کے مال اور اس کی عزت پر زیادتی کے طور پر کرتی ہیں، اس میں خوف زدہ کرنے، تکلیف پہنچانے، دھمکی دینے، ناحق قتل کرنے، خونریزی کی مختلف صورتیں، راستے کو پر خطر بنانے اور ڈاکہ زنی کی تمام اقسام داخل ہیں، نیز اس میں تشدد یا دھمکی کی ہر وہ کاروائی شامل ہے جو کسی فرد یا گروہ کے مجرمانہ منصوبہ کو بروئے کار لاتے ہوئے

کی جائے اور جس کا مقصد لوگوں میں رعب پیدا کرنا یاان کو تکلیف پہنچا کر خوف زدہ کرنا یاان کی زندگی، ان کی آزادی، ان کی سلامتی اور ان کے حالات کو خطرہ سے دوچار کرنا ہو، اس کی اقسام میں ماحولیات کو بگاڑنا، انتقاع کی چیزوں یا عمومی یا پرائیویٹ املاک کو تباہ کرنا یا ملکی اور قدرتی ذرائع پیداوار کو خطرہ سے دوچار کرنا شامل ہے۔ یہ تمام کاروائیاں فساد فی الارض کی مختلف صورتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع کیا ہے:(" اور زمین میں فساد نہ مچاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا)

مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا ابرار خاں ندوی، اور مفتی انور علی اعظمی نے ذکر کیا ہے کہ دہشت گردی کی تعریف انہی الفاظ میں رابطہ عالم اسلامی کے تحت قائم فقہی ادارہ "المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ "نے بھی کی ہے۔

مولانا مجاہد الاسلام قاسمی کے نزدیک دہشت گردی وہ نظریہ اور مسلک ہے جو لوگوں میں خوف وہراس پیدا کرے اور اس کا ذریعہ قتل وغارت گری ہو۔

مفتی محبوب علی وجیہی نے عدل وانصاف پر مبنی حکومت سے جنگ اور حکومت کی طرف سے رعایا کی حق تلفی کو دہشت گردی میں شمار کیا ہے۔

مولانا سعد قاسمی سنبھلی نے مولانا محمد رابع حسنی ندوی کی وہ تعریف نقل کی ہے جو انہوں نے سعودی روزنامہ "الندوہ" کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمائی ہے:"وانما یکون الارھاب عندما یقوم رجل بالشدۃ والظلم بدون حق لہ فی اختیار الشدۃ والاعتداء۔"

دہشت گردی تو اس وقت ہوتی ہے جب کوئی شخص سختی اور دوسرے پر حملہ کا حق نہ رکھنے کے باوجود اس پر ظلم وزیادتی کرے)۔ قاضی محمد ہارون مینگل اور سید خورشید احمد رضوی کی رائے ہے کہ دہشت گردی کی انسانی اور اسلامی تعریف یکساں ہے۔

مولانا قمر الزماں ندوی اور مولانا ابراہیم گجیا فلاحی کے نزدیک موجودہ دور میں مختلف حکومتوں کے سیاسی مخالفین اپنے خلاف حکومتوں کی سخت یا فوجی کاروائیوں کو دہشت گردی قرار دیتے ہیں۔[13]

انسانی تحفظ میں اسلام کا کردار سیرت نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی روشنی میں

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ عدل وانصاف کیا جائے، خواہ وہ اپنا ہو یا غیر۔

یا ایها الذین اٰمنو ا کونو اقوامین لله شهداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلو ااعدلو اهو اقرب للتقوی ۔[14]

(اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لئے پوری پابندی کرنے والے، انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو، اور کسی خاص قوم کی عداوت تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کیا کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔)

کسی کو دبایا اور کچلا نہ جائے، کسی پر ظلم وزیادتی نہ کی جائے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا:

حتی المقدور مدافعت واجب ہے، فتاوی محمودیہ میں ہے: الظلم ظلمات یوم القیامة "[15](ظلم قیامت کی سخت تاریکی ہے۔)"

اس میں اپنی جان کی حفاظت لازم ہے، اس کے لئے ہر مناسب تدبیر کو اختیار کیا جاسکتا ہے، دوسرے کی جان لینا مقصود نہ ہونا چاہئے،

دنیا وآخرت میں برا ہے، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا یہی حکم ہے

امر و نہی یا تعزیر وسزا (مثلا فساد بپا کرنے، قتل یا زخمی کرنے، زنا، بہتان طرازی اور چوری جیسے جرائم پر حدود) سے متعلق تمام تر قرآنی احکامات بنیادی طور پر حیات انسانی کے انہی چار دائروں کے تحفظ سے متعلق ہیں۔ مزید یہ کہ عقل انسانی کو ان سزاؤں کی نوعیت اور حدود و قیود کی تعیین کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔[16]

اسلام اور امن عالم ، (ناشر ، ایفا پبلیکیشنز ، 161- ایف ، جوگا بائی ، جامعہ نگر، دہلی ، ص 25 تا 28 ۔ برہان الدین سبھلی ، [13]

Burhan Uddin Sabhl Islam and Aman Alam, (Publisher, EFA Publications, 161-F, Joga Bai, Jamia Nagar, Delhi, pp. 25 to 28

المائده :8

Al-Maida: 8

متفق علیه بحواله مشکواة المصابیح 2/ 434

Agreed with reference to Mishkwat al-Masabih 2/434

[16] جاوید احمد غامدی، "

Javed Ahmed Ghamidi , " The Democratic Process in the Rightly Guided Caliphate ,"Shahzad Salem (tran)Renaissance (2000)

http://www.monthlyrenaissance.com/issue/content.aspx?id =580

محض ان دو صورتوں میں ہی ریاست یا عدالت کو یہ اختیار ہے کہ وہ مجرموں کو سزائے موت دے ایک اگر کوئی کسی کو قصداً قتل کر دے یا کوئی فرد یا گروہ زنا بالجبر، ڈکیتی، دہشت گردی، بغاوت یا شر انگیزی کرے، لیکن یاد رہے یہ حق فرد واحد یا کسی گروہ کو حاصل نہیں ہے۔[17]

تاہم ارتداد، اہانت مذہب اور شراب نوشی کی سزاؤں سے متعلق اختلاف موجود ہے۔

قرآن و سنت کی روشنی میں حدود ان سزاؤں کو کہا جاتا ہے جو صریح نصوص یا اجماع صحابہؓ سے متعین یا ثابت ہو چکی ہیں۔[18]

مصنف عبد الرزاق لکھتے ہیں کہ: "حضرت علی رضہ نے رمضان شریف میں شراب پینے والے کو مقررہ کوڑوں کے ساتھ مزید 60 کوڑے مزید لگوائے تھے۔"[19]

ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں شراب نوشی کا مرتکب ہوا ہو تو اسے 80 کوڑے سزا دی جائے گی اور گلی کوچوں میں پھرا کر اس کے اس جرم کو مشتہر بھی کیا جائے گا تا کہ اس کی رسوائی سے عام لوگ عبرت حاصل کریں۔ نماز نہ پڑھنے والوں کے لئے بھی ابن شہاب زہریؒ نے یہی مشتہر کرنے کی تعزیز تجویز کی ہے۔[20]

مذکورہ بالا تینوں قسم کی سزاؤں کو ائمہ فقہ تعزیر بھی کہتے ہیں اور سیاست کا اطلاق بھی ان سزاؤں پر کرتے ہیں۔

مشہور حنفی علاؤالدین طرابلسیؒ نے اپنی کتاب "معین الحکام" کی قسم ثالث کو اسی تعزیری سیاست کے بیان کے لئے مخصوص کیا ہے۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ غیر منصوص سزاؤں کا نفاذ ظلم ہے۔ ظاہر ہے کہ منصوص سزائیں تو چند ہی ہیں اور جرائم کی قسمیں سینکڑوں ہیں تو اگر ہر سزا کے لئے منصوص ہونا شرط قرار دیا جائے تو مخصوص مجرموں کے علاوہ باقی جرائم پیشہ لوگ آزادی کے ساتھ بلا خوف و خطر عوام کی جان و مال اور آبرو کو لوٹتے رہیں گے۔ یہ اعتراض کرنے والے ایک انتہا پر تھے لیکن دوسری طرف بعض خود غرض سیاسی لیڈر اور حکمران محض

---

[17] Ibid,Muhammad Farooq Khan , Islam and the Modern World : A Discussion on Some Important Contention Issue (Mardan : Awareness for Moderation ,2009)

[18] الحدود جلد 3 ص 203 کتاب۔

Kitab Al-Hudood Volume 3 p. 203

[19] فی رمضان طبع بیروت 1972، ج9 ص 231 الشراب باب عبدالرزاق.

Abdul Razzaq , Bab Al-Sharab fee Ramadan, Beirut, 1972, Vol. 9, p. 231

[20] ، ج 9 ص 232 ایضا.

Ibid , Part 9, p. 232

ذاتی وجوہ کی بنا پر ثبوت کے بغیر لوگوں کو سزائیں دیتے ہیں اور ایذائیں پہنچاتے ہیں اور بہانہ یہ کرتے ہیں کہ یہ سیاست و مصلحت کا تقاضا ہے۔ ایسے درندہ صفت لوگ بعض اوقات مصلحت و سیاست کے نام پر منصوص احکام تک کو بدل دیتے ہیں۔[21]

ان دونوں انتہا پسندوں پر تنقید کرتے ہوئے علامہ موصوف لکھتے ہیں:

"سیاست (تعزیری سزائیں) تعزیری اور تغلیظی قانون ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ سیاست ظالمہ جسے شریعت نے حرام ٹھرایا ہے اور سیاست عادلہ جس کے ذریعے مظلوم کو اس کا حق دلایا جاتا ہے۔ مفسدین کی سرکوبی کی جاتی اور شریعت کے اصل مقاصد پورے کئے جاتے ہیں۔ اس قسم کی شرعی سیاست کا اختیار کرنا واجب ہے۔

سیاست عادلہ سے آنکھیں بند کرنا جائز نہیں ہے اس کو ترک کرنے سے لوگوں کے حقوق پامال ہوتے ہیں' جرائم پیشہ لوگوں کو مواقع فراہم ہوتے ہیں' جرائم پیشہ لوگوں کو مواقع فراہم ہوتے ہیں۔[22]

جس طرح کسی عمارت کے ستونوں کو بنالینے سے پہلے آپ کوئی مزید تعمیر نہیں کرتے ٹھیک اسی طرح ان اعمال کو انجام دیئے بغیر دین کی دوسری تعلیمات پر عمل نہیں کیا جاسکتا' اور اگر کوئی عمل کیا جائے گا تو وہ دراصل عمل کا صرف نام ہو گا' حقیقت میں عمل نہیں ہو گا۔

عدلیہ کی آزادی اور قانون

عدل کی لازمی شرط یہ ہے کہ عدلیہ کا انتظامیہ کی بے جا مداخلت اور سب پر بالادست سے آزاد ہونا ہے۔ اسلام کے نظام عدل میں عدالت

---

[21] گوہر رحمٰن، اسلامی سیاست، ص 26،27.

Gawher Rahman, Islamic Siyasat, pp. 26, 27

[22] معین الحکام فیما یترددبین الخصمین من الاحکام طبع مصر 1310 ص 207.

Mu'in al-Hakam feema yatr do ben al Khasmen man Alihkam , printed in Egypt 1310, pg. 207, Mu'in

ہر اس شخص سے جواب دہی کے لئے طلب کر سکتی ہے جو جتنا بھی بڑے عہدے پر فائز ہو قانون کے مطابق اس کو بھی سزا دے سکتی ہے اس میں عدالت کی انتظامیہ کا کوئی بھی شخص مداخلت کا حق نہیں رکھتا۔ یہ قانون کی بالادستی کے مطابق خود قاضی پر بھی فائز ہوتا ہے۔[23]

ایک منظم اجتماعی زندگی بسر کریں۔ ان کا ایک امیر ہو جو شریعت کے احکام پر خود چلے اور پورے معاشرے کو چلائے' شرعی نظام قائم رکھے۔ لوگ ایک منظم اور تربیت یافتہ فوج کی طرح ہوں اور یہ ان کا سپہ سالار ہو۔ وہ انہیں جب حرکت میں آنے کو کہے تو حرکت میں آجائیں اور جب ٹھرنے کو کہے تو ٹھہر جائیں۔۔

وحدت واتحاد

اسلام کا مقصد خدا کی طرف دعوت دینا ہے اور یہ مختلف مذاہب میں سے ایک مذہب ہے جس کا مقصد نوع بشر کی اصلاح اور خدا کی طرف ہدایت ہے یہ ابدی سعادت کی ان راہوں کو کشادہ کرنے والا ہے جو خدا نے اپنے نیک بندوں کے لئے تیار کی ہیں یہ وہ وحدت دینی ہے جس سے خداوند تعالیٰ کا مقصد تمام بنی نوع انسان کو مربوط کرنا ہے اور پورے کرہ ارض کا احاطہ کرنا ہے۔ یہ اس دنیا کے لئے ایک پاکیزہ اور مقدس دعوت ہے تاکہ کالے اور گورے سب خدا کی عبادت کریں اور اس کی عبادت میں بھائی بھائی بن جائیں ایک ہی خدا کی عبادت کریں۔

روحانی نظام

اسلام نظام کا تعلق سب سے اہم انسان کے اندرون سے ہے اور اس لحاظ سے اسلامی نظام کو روحانی نظام کہہ سکتے ہیں ۔اس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا پرستی سے انسانی روح نفس آزاد ہو جائے اور پاک ہو جائے اور اللہ کی رضا کے لیے ہر دم تیار رہے۔

جو اس کے اللہ کو پسند ہے اور ہر اس چیز کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے جو اس کے اللہ کو ناپسند ہے۔ اپنے حقیقی آقا کے حکموں پر اس طرح عمل کرنے لگے گویا وہ اسے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ اس کی نراضگی سے اس طرح ڈرتا ہو گویا اس کے تحتِ جلال کے سامنے کھڑا ہے۔ اس کی رضا کے لیے اس طرح لپکپاتا رہے جیسے

---

[23]. ص 430 سیاست اسلامی رحمٰن گوہر

Gawher Rahman, Islamic Siyasat, p. 430

پیاسا ٹنڈے پانی کی طرف لپکپاتا ہے اوراس کے اشاروں پر اپنی جان ومال قربان کر دینے کے لیے اس طرح تیار رہے جیسے ان چیزوں کی اس کی نگاہ میں کوئی قیمت ہی نہیں۔ روحانیت کے اس سب سے اونچے اور معیاری مقام کا نام اسلامی زبان میں "احسان" ہے۔

اخلاقی نظام

مگر اس کے باوجود اسلامی اخلاقیات اور عام معروف اخلاقیات ان دونوں کو ایک سمجھ لینا بڑی بھاری غلطی ہو گی۔ کیونکہ اسلام نے کسی طرزِ عمل کو اچھا اخلاق یا برا اخلاق اس لیے نہیں کہا ہے کہ لوگ اسے ایسا ہی کہتے اور سمجھتے چلے آئے ہیں یا عقل و تجربے سے اس کی یہی حیثیت متعین ہو گئ ہے بلکہ خود اپنی حصولوں کی بناء پر کہا ہے۔ چناچہ جہاں بے شمار اسلامی اخلاقیات بعینہ وہی ہیں جو عام طور پر تسلیم شدہ چلی آرہی ہیں وہیں بہت سی چیزیں اس کے اسکے یہاں ایسی بھی ملیں گی اسکے نزدیک تو خیر اور حسن خلق ہیں مگر دوسرے انہیں ایسا نہیں مانتے۔ اسی طرح کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جن کو وہ شر اور بد خلقی کہتا ہے مگر کتنے ہی لوگ اسے بھلائی کا درجہ دیتے ہیں۔ یہ اس بات کا زندہ ثبوت ہے اسلام کا اخلاق کے بارے میں اپنا ایک مخصوص معیار ہے اور اپنا مستقل نظام ہے اور اچھے برے کا تمام تر فیصلہ شریعت اور اپنے اصول کے مطابق خود کرتی ہیں۔ اس لیے وہ مستقل اور نا قابلِ تغیر بھی ہیں۔ حالاتِ زمانا کا کوئی تقاضہ ایسا نہیں ہو سکتا جس کے لیے ان کا ایک شوشہ بھی اپنی جگہ سے ہٹا دیا جا سکتا ہو۔ سچائی اور دیانتداری ہر حال میں بہترین انسانی صفت رہے گی۔ انصاف اس وقت بھی ضروری ہو گا جبکہ اپنا نقصان ہو رہا ہو وعدہ خلافی کسی دشمن سے بھی روا نہیں۔ غرض یہ اخلاقیات ہر حال میں اپنی جگہ قائم رہنے والی ہیں۔ اور اسلامی اخلاقی قدریں کسی حال میں بھی بدلنے والی چیز نہیں ہیں۔

یہ ہے اسلامی اخلاقیات کی حثیت۔ اسے ذہن میں رکھ کر اب ان کے جائزے کی طرف ایئے اور دیکھئے کے وہ کیا ہیں؟ پہلے ان اخلاقیات کو لیجئے جن کا تعلق انسان کی عام زندگی سے ہے اور جو بنیادی نوعیت کی ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ان اللہ یدافع عن الذین اٰمنو، ان اللہ لایحب کل خوان کفور۔ [24]ترجمہ: سن رکھو! یقینا سچے مومنوں کے دشمنوں کو خود اللہ تعالیٰ ہٹا دیتا ہے کوئی خیانت کرنے والا ناشکرا اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں۔

---

[24] ۔سورة الحج ، 22 – آیت 38.

Surrah Al-Hajj, 22 verse 38.

وآت ذاالقربیٰ حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيرا۔[25] ترجمہ: بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔

ولا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحا 'ان الله لا يحب كل مختال فخور۔[26]

ترجمہ: لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اترا کر نہ چل

کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔

ويل لكل همزة لمزة۔[27] بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنے والا ہو۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

"بلاشبہ سچائی نیکی کی طرف اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ اور جھوٹ بدی اور بدی جہنم کی راہ دکھاتی ہے۔" (بخاری و مسلم)

"تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے۔"

"چار خصلتیں جس کے اندر ہوں گی وہ پکا منافق ہو گا۔ اور جس میں ان میں سے ایک ہو گی اس کے اندر نفاق کی ایک صفت ہو گی۔ (وہ چار خصلتیں یہ ہیں) جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو خیانت کر جائے۔ بات کرے تو جھوٹ بولے۔ وعدہ کرے تو پورہ نہ کرے۔ جھگڑے کرے تو گالیوں پر اتر آئے۔" (مسلم)

"نرمی اختیار کرو درشتی اور بد کلامی سے دور رہو۔" (مسلم)[28]

خلاصہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی خلاقیت سے چیزوں کو صرف وجود ہی نہیں بخشا بلکہ انھیں کچھ مقاصد بھی سونپے گئے اور ان مقاصد کی بجا آوری اور تکمیل کے لیے اس کا اہتمام بھی بدرجہ کمال کیا گیا۔

بنی اسرائیل - 17-آیت 26 نمبر [25].
Bani Israel. 17.Vit 26 of No.

- سورہ لقمان - 31 - [26]18
Surah Luqman. 31 . 18

[27]27- سورة همزه - 104 -
Surah Hamza.

۔[28]۔ صدر الدین اصلاحی، اسلام ایک نظر میں۔ اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، اشاعت 19 اکتوبر 2004ء۔ ص168-170
Sadr al-Din Islahi, Islam Aik Nazr Meen. Islam Public Questions (Praewit) Limited, released October 19, 2004 , pg 168-170

خداوند قدوس اپنی مخلوق کا مالک اور بادشاہ بھی ہے۔ اپنی مخلوق کا نظم نہ تو اس نے کسی جن وانس اور ملک کے سپرد کیا ہے کہ جس طرح چاہے مختار کل اور مطلق العنان بادشاہ کی طرح کائنات کا نظم ونسق چلائے اور تصرفات کرے اور نہ طبیعت اور نیچر کے حوالے کیا ہے کہ جیسے چاہے چلاتی رہے۔ بلکہ یہ سارا نظام کائنات خدا ہی کہ قبضہ قدرت میں ہے۔ اللہ رب العالمین حاکم تشریعی بھی ہے جس طرح اس نے انسان کی جسمانی زندگی کو بحال رکھنے کے لئے کامل اور مبنی بر عدل نظام حیات بھی دیا ہے جس میں زندگی کے ہر شعبے کے لئے قوانین وہدایات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات صفات کمال کی جامع اور ہر عیب ونقص سے پاک ہے۔ اس کا علم ماضی 'حال اور مستقبل سب پر محیط ہے اور اس کی اپنی کوئی ذاتی اغراض وخواہشات بھی نہیں ہیں اس لئے اس کا نازل کردہ اور عطا کردہ نظام حیات یعنی دین اس کا کامل ہے، ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہے' ہر دور کے لئے موزوں اور مناسب ہے اور اس کے احکام و قوانین کسی خاص فرد یا خاص قبیلے و قوم کی خواہشات و اغراض کے تابع نہیں ہیں بلکہ پوری نوع انسانی کی مصلحت پر مبنی ہیں۔ صلاح معاش وصلاح معاد دونوں اسی الٰہی نظام کی اطاعت پر موقوف ہیں۔ یہ ایک عالمگیر اور ہمہ گیر نظام حیات ہے۔ اس کامل اور مقدس نظام کے اصول کا منبع اور سرچشمہ وحی اور رسالت ہے۔ رسول اور نبی حاکم حقیقی کا مستند و معتمد نمائندہ اور سفیر ہوتا ہے۔ ختم نبوت کے بعد اب اسلامی نظام اور تشریعی قوانین کا ماخذ قرآن کریم اور سنت رسول ہے۔ ان دونوں کے ماخذ میں زندگی کے ہر ایک شعبے کے لئے اصول وضوابط اور احکام وہدایات موجود ہیں۔

سفارشات:

اس نظام کے مختلف حصے آپس میں مضبوطی سے جڑے ہوئے ہیں جس طرح کے مشین کے مختلف پرزے باہم جڑے ہوتے ہیں–اس لئے نظری طور پر سمجھنے کے لئے تو انہیں الگ الگ خانوں میں ضرور تقسیم کیا جا سکتا ہے مگر عملی طور پر ان کا علیحدہ وجود قریب قریب ناممکن ہے–اپنی کارکردگی کے اعتبار سے یہ سارے اجزا دراصل ایک وحدت ہیں– ان میں ان کا کوئی جزو اپنا عملی جوہر اسی وقت دکھا سکتا ہے جب یہ پورا نظام کل کا حل حرکت میں ہو–نہ صرف یہ بلکہ کسی جزو کو ٹھیک ٹھیک سمجھا بھی اسی وقت جا سکتا ہے جب کہ دوسرے تمام اجزا نظروں کے سامنے ہوں–

نتائج

☆ کائنات نظام اور انتظام وانصرام کسی زبردست صاحب قدرت اور دانا حکیم ذات کے قبضہ قدرت میں ہے جو اس کائنات کو کسی بامقصد منزل کی جانب رواں دواں کیے ہوئے ہے۔

☆ دنیا میں خیر وبرکت اور انسانیت کے لیے مفید معاشرہ کے قیام اور آخرت میں کامیابی کے حصول کے لیے نفس انسانی کی اصلاح اور تزکیہ نفس ازبس ضروری ہے۔

☆ یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ خدائے بزرگ وبرتر اپنے مقدس و معصوم انبیاء رسل کے ذریعے عقائد وعبادات محضہ کے احکام تو عطا فرمائے ہوں مگر معاشرتی معاشی' اجتماعی و تمدنی اور سیاسی احکام و قوانین نازل نہ کئے ہوں۔ جو لوگ اس قسم کا تصور اور فکر رکھتے ہیں